اعتدال... معنی، مفہوم اور عملی پہلو ❶

علامہ زبیدی حنفی تاج العروس میں لکھتے ہیں کہ عدل جور کی ضد ہے۔اور لفظ جور ظلم کا مترادف ہے۔علامہ زبیدی، راغب کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ اکثر اہل لغت کے نزدیک ظلم کا معنی ہے **وضع الشئی فی غیر محلہ** یعنی کسی چیز کو اس کی جگہ کے علاوہ کہیں اور رکھنا۔**تعرف الاشیاء باضدادھا** (چیزیں اپنی ضدوں سے پہچانی جاتی ہیں) کے قانون کے مطابق پھر عدل کا معنی ہوگا **وضع الشئی فی محلہ** یعنی کسی چیز کو اس کی جگہ پر رکھنا۔

اردو زبان میں عدل اور انصاف ایک معنی میں استعمال کیے جاتے ہیں جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔انصاف نصف سے ہے یعنی کسی چیز کو دو برابر حصوں میں تقسیم کرنا۔جبکہ عدل کا معنی ہے کہ جس کا جتنا حق بنتا ہے اس کو اتنا دے دیا جائے۔اعتدال کا لفظ عدل سے بنا ہے۔جب ہم یہ کہتے ہیں کہ اہلسنت اعتدال کی راہ چلنے والوں کو کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اہلسنت جس کا جو مقام و مرتبہ ہوتا ہے اس کو وہی مقام و مرتبہ دیتے ہیں اس کے مقام و مرتبہ کو نہ گھٹاتے ہیں اور نہ زیادہ کرتے ہیں۔

آمدم برسر مطلب، آج کل جو بندہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر زیادہ کرتا ہے اسے کہا جاتا ہے کہ ان کا ذکر اعتدال کے ساتھ کرو یعنی ان کے ساتھ باقی خلفائے راشدین کا ذکر بھی کرو۔باقی خلفائے راشدین اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے برابر ذکر کرنے کو اعتدال کہا جاتا ہے۔**سوال یہ ہے کہ کیا باقی خلفائے راشدین کا ذکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر برابر برابر کرنا اعتدال اور عدل کہلاتا ہے؟؟؟** جواب اس کا یہ ہے کہ یہ عدل اور اعتدال نہیں ہے۔

منصور طوسی کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے جتنے فضائل حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہما کے آئے ہیں اتنے فضائل کسی اور کے نہیں آئے۔ (المستدرک للحاکم:4572)

اعتدال اور فہم حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اس ہستی کا ذکر زیادہ کریں جس کا ذکر نبی کریم ﷺ نے زیادہ کیا۔اگر زیادہ کے لفظ سے کسی کو الجھن ہو رہی ہو تو ہم یوں کہہ دیتے ہیں جس کا جتنا ذکر نبی کریم ﷺ نے کیا

ہمیں بھی اس ہستی کا ذکر اتنا ہی کرنا چاہیئے۔اس بات پر کچھ لوگ ہم پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ آپ حنفی ہیں تو پھر امام احمد بن حنبل کے قول سے استدلال کیوں کر رہے ہیں۔علمی اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو اس مقام پر یہ اعتراض بنتا ہی نہیں ہے۔لیکن معترضین کی تسلی کے لئے مزید ایک حوالہ پیش خدمت ہے:

امام احمد رضا خان فاضل بریلی لکھتے ہیں:

خدارا ذرا آنکھ کھول کر کتب حدیث دیکھیں، جس قدر خصائص وافرہ حضرت مولی کے مالک نے انہیں عطا فرمائے دوسرے کو تو ملے بھی نہیں، پھر صریح آفتاب کا انکار کیونکر بن پڑے گا (مطلع القمرین: صفحہ نمبر 68،69)

اسد الغابہ میں امام زہری کے حوالہ سے لکھا ہوا ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں یہ حدیث بیان کی ''من کنت ولیہ فھذا ولیہ''۔عبید اللہ کہتے ہیں کہ میں نے زہری سے کہا ملک شام میں یہ حدیث بیان نہ کرنا کیونکہ آپ اپنے کانوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں پڑتے بھی سنتے ہیں۔تو امام زہری نے کہا کہ واللہ ان عندی من فضائل علی مالو تحدثت بھا لقتلت ''اللہ کی قسم، میرے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اتنے فضائل محفوظ ہیں کہ اگر میں وہ سُنا دوں تو مجھے قتل کر دیا جائے۔(اسد الغابہ: جلد 1)

پہلے زمانے کے لوگ ذکر علی اس لئے نہیں کرتے تھے کہ گردن کاٹ دی جاتی تھی۔اور آج کے زمانے میں لوگ ذکر علی اس لئے نہیں کرتے کہ لوگ ہمیں شیعہ یا رافضی نہ کہیں۔جو لوگ اپنے آپ کو اہلسنت کہلاتے ہیں ان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اہلسنت کا راستہ، اعتدال کا راستہ ہے اور اعتدال کا معنی آپ نے جان لیا کہ جس کا جو حق ہے اس کو وہ حق دیا جائے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق یہ ہے کہ ان کا ذکر زیادہ کیا جائے۔اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر زیادہ کرنا باقی صحابہ کی توہین اور تنقیص ہے تو یہ اعتراض سیدھا رسول کریم ﷺ کی طرف جاتا ہے اس لئے احتیاط کے ساتھ اعتدال کی راہ چلیں۔جو بندہ مولائے کائنات کا ذکر زیادہ نہ کرے وہ اہلسنت ہو ہی نہیں سکتا۔

ہمارے شیخ کا سبق ہے کہ ناصبیت، خارجیت اور رافضیت سب ظلمتیں ہیں۔ہم اہلسنت ہیں۔الحمد للہ ہم سے نہ رافضی خوش ہیں اور نہ ہی ناصبی خوش ہیں۔